بابِ پنجم

اہلِ خانہ اور قریبی حلقہ رفاقت میں دعوت کا آغاز

باب پنجم

اہلِ خانہ اور قریبی حلقہ رفاقت میں دعوت کا آغاز

رسول اللہ ﷺ کو بس اب ایک ہی دُھن تھی کہ کسی طرح دین کے پیغام کو عام کیا جائے، انذار کا حق ادا ہو۔ آپ نے سب سے پہلے اپنے حلقہ احباب و تعارف میں اس بات کو عام کرنا شروع کیا، حکمت عملی یہ ٹھہری کہ پہلے آپ اپنے اُن بااعتماد دوستوں اور واقف کاروں سے بات کریں جن کے بارے میں آپؐ کا اندازہ تھا کہ وہ سلیم الطبع ہیں اور دعوت قبول کرلیں گے۔

سیّدنا ابو بکرؓ کی نصرت اور تعاون: سیّدنا ابو بکرؓ کے ایمان لانے کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں، آپؐ کو اُن کے پاس نہ جانا پڑا نہ دعوت دینی پڑی نہ قائل کرنے کی زحمت ہوئی، حکیم بن حزام کی لونڈی سے آپ ﷺ کے دعویٰ نبوت کی بابت سُنا، چلے آئے بس لونڈی کی بات کی تصدیق چاہی اور یہ جان کر کہ لونڈی نے سچ کہا ہے کہ 'آپؐ اپنے آپ کو اللہ کا فرستادہ بتا رہے ہیں'، کسی پس و پیش کے بغیر سیّدنا ابو بکرؓ نے ایمان لانے کا اعلان کر دیا، یہ وہ تصدیقِ خالص تھی کہ جس نے آپ کو صدّیق بنا دیا۔ شبلی نعمانیؒ نے سیرۃ النبی میں سیّدنا ابو بکرؓ کے قبول اسلام پر لکھا ہے:

"سیّدنا ابو بکرؓ دولت مند، ماہرِ انساب، صاحب الرائے اور فیاض تھے، ابنِ سعد نے لکھا ہے کہ جب وہ ایمان لائے تو اُن کے پاس چالیس ہزار درہم تھے۔ غرض ان اوصاف کی وجہ سے مکہ میں اُن کا عام اثر تھا اور معززینِ شہر اُن سے ہر بات میں مشورہ لیتے تھے۔ اربابِ روایت کا بیان ہے کہ کبار صحابہؓ میں سے سیّدنا عثمانؓ، زبیرؓ بن العوام، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص فاتح ایران، طلحہؓ سب اِنھی کی ترغیب اور ہدایت سے اسلام لائے۔ اُن کی وجہ سے یہ چرچا چپکے چپکے اور لوگوں میں بھی پھیلا اور مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا......... لیکن جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا، نہایت احتیاط کی جاتی کہ محرمانِ خاص کے سوا کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔" (سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۱۴۵)

سیّدنا صہیب رومیؓ: رسول اللہ ﷺ کے دوسرے دوست صہیب رومیؓ تھے جو عبداللہ بن جدعان کے مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ ایران کے رہنے والے تھے۔ ایران اور روم کی جنگ میں رومیوں کے غلام بن گئے تھے جنھیں ابو بکرؓ کے قریبی رشتہ دار اور سردارِ قبیلہ عبداللہ بن جدعان

نے خرید لیا، بن جدعان کی موت کے بعد ابو بکرؓ قبیلے کے سربراہ مقرر ہوئے تو اُنؓ کی قربت مئیسر آئی اور آپؓ کی وساطت سے آپؓ کے دوست محمد رسول اللہ ﷺ سے صہیب رومیؓ کی دوستی ہو گئی، اس دوستی نے آپ کو ایمان لانے والے السابقون الاوّلون میں شامل کر دیا۔

سیّدنا عمّار بن یاسرؓ: بعثتِ نبوی سے ۴۵ سال قبل یمن کا رہنے والا ایک شخص یاسر بن عامر اپنے ایک کھوئے ہوئے (مفقود الخبر) بھائی کو تلاش کرتا مکہ میں آنکلا اور پھر یہیں کا ہو رہا۔ ابو حذیفہ المغیرہ المخزومی نے اپنی کنیز سمیّہ [۳۳] کی شادی اس شخص سے کر دی اور اس کے بطن سے اُس کے یہاں دو بچے عمّار اور عبداللہ پیدا ہوئے۔ یاسر اُن کی بیوی سمیّہ اور دو بیٹے عمار اور عبداللہ، چار افراد کا یہ غیر ملکی خاندان اگرچہ قریشی نہ تھا مگر اُس معاشرے میں ایک باعزت خاندان تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی شادی سے کافی عرصے قبل (تقریباً پانچ برس پہلے) اس خاندان کا بڑا بیٹا عمّار آپؐ کے احباب میں شامل ہو چکا تھا۔ نبی ﷺ نے جب دعوت کی ابتدا کی تو ایک ساتھ سب لوگوں کے سامنے پیش نہ کی بلکہ تدریجاً یہ مختلف روابط تک پہنچی بالکل شروع کے دنوں میں تو نہیں، مگر پہلے ہی سال کے ابتدا ہی میں یہ دعوتِ ایمان آپؐ کے دوست عمّارؓ (یعنی جب بیس سالہ دوستی پختگی کو پہنچ چکی تھی) کے علم میں آئی اور جب اِن کو یہ دعوت پیش کی گئی تو وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے اور پھر والد والدہ اور بھائی بھی دین حق کے اس قافلے کے راہی بن گئے اور یہ خاندان، آلِ یاسر کہلایا، قریشی نہ ہونے اور باہر کے ہونے کے سبب کوئی والی وارث نہ تھا اس لیے اِن پر کفّارِ مکہ نے مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے، جس کی تفصیل ہم جب چوتھے سال سے شروع ہونے والے ابتلا و آزمائش کے دور کا تذکرہ کریں گے تو قارئین کے سامنے پیش کر سکیں گے اور رسول اللہ ﷺ کے دیگر دوست واحباب، جو بعد میں ایمان لائے اُن کا تذکرہ بھی اپنے مقام پر آئے گا۔ (اِن شاء اللہُ وما توفیقی الا باللہ)

ورقہ بن نوفلؓ کا اسلام: جب سیّدہ خدیجہؓ اپنے شوہر محمد ﷺ کو لے کر ورقہ بن نوفلؓ کے پاس آئیں کہ جو کچھ اُن کے ساتھ غارِ حرا میں پیش آیا ہے وہ اُس پر اپنے علم کے مطابق تبصرہ کریں تو اپنی بہن خدیجہؓ کے سامنے انھوں نے گواہی دی کہ اُن کے شوہر کے پاس وہی فرشتہ آیا ہے جو پہلے

---

۳۳ ھی الصحابیة: سمیة بنت خیاط تکنی: أم عمار تعرف باسمھا سمیة وکنیتھا بابنھا عمار بن یاسر وھی من مشاھیر الصحابیات. کانت أمة لأبی حذیفة بن المغیرة المخزومی، وکان یاسر بن عامر حلیفا لأبی حذیفة بن المغیرة المخزومی، فزوجه بھا فولدت له عمارا فأعتقھا

موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ کی کتاب لے کر آتا تھا۔ ورقہ بن نوفلؓ نے یہ بھی وعدہ کیا کہ جب اہلِ مکہ اُنھیں مکہ سے نکالیں گے تو وہ آپؐ کی بھرپور مدد کریں گے۔ ان باتوں سے اُن کی بہن کی تسکین و تسلی ہو گئی [۳۴]۔ ابھی تک چوں کہ حکمِ دعوت [یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ قُمْ فَاَنْذِرْ ۙ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ] نہیں ملا تھا اور نہ ہی آپؐ کے ذہن سے نبوت کی اس بھاری ذمے داری کے بوجھ کا خوف کامل طور پر رفع ہوا تھا، نہ آپؐ نے ورقہؓ کو اپنے متبعین اور مومنین میں شمولیت کی دعوت دی اور نہ ہی اِس طور ورقہؓ نے اِس کا اعلان کیا۔ اگرچہ کسی روایت میں مذکور نہیں مگر سیرت کا ایک ادنیٰ طالبِ علم یہ دیکھ سکتا ہے کہ دعوت کا کام جب دوسرے روز ۲ شوال سے شروع کیا گیا ہے تو حکمتِ عملی یہی نظر آتی ہے کہ قریبی حلقہ رفاقت و واقفیت میں سلیم الطبع لوگوں کو دعوت دی جائے اس ترتیب میں ورقہؓ کا نمبر نہیں آیا اور غالباً اِس کی وجہ یہ رہی ہو گی کہ اِن سے تکذیب کا کوئی خدشہ نہیں تھا اور یہ پہلے ہی مناسب وقتِ ضرورت پر مدد کا وعدہ فرما چکے تھے، چناں چہ آپ کو پیرانہ سالی میں نوجوانوں کے قافلے میں شمولیت کی دعوت دے کر اس آزمائش میں نہیں ڈالا گیا کہ مخالفتوں کا سامنا کرتے اور اس سے قبل کہ تین سال بعد دعوتِ عام (فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۩ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ) کا موقع آتا ورقہؓ آخرت کی جانب اپنے رب کے پاس حاضر ہو چکے تھے۔

مستضعفین کو جو آزمائش برداشت نہ کر سکیں اِس طرح ایمان کے اعلانِ عام سے روکنے کی اور بھی مثالیں ہیں جن کا ہم بعد میں مناسب جگہ تذکرہ کریں گے، تحریکاتِ اسلامی کے لیے یہ حکمتِ عملی آج بھی وزن رکھتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں (ورقہؓ) خواب میں ریشمی لباس میں دیکھا۔ امّی جان سیّدہ خدیجہؓ نے آپؐ سے ورقہؓ کے انجام کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے ورقہؓ کو خواب میں سفید لباس میں دیکھا، اگر وہ اہلِ جہنم میں سے ہوتے تو کسی اور لباس میں ہوتے"۔ چناں چہ تمام علما آپ کے جنتی ہونے کا یقین رکھتے ہیں مگر آپ کو اوّل المسلمین میں اور طبقہ صحابہ کرام میں نہیں گنتے، تکنیکی اعتبار سے یہ بات بہت صحیح ہے مگر میری ناقص رائے یہ ہے کہ اگر کوئی اُنھیں مسلم گردانے اور ایمان لانے والا پہلا فرد

۳۴ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عیسائی ورقہ بن نوفل کے ذریعہ اپنی نبوت کا یقین حاصل کرنا اور نبوت پر مطمئن ہونا بعید از قیاس ہے جیسا کہ شبلی نعمانیؒ نے لکھا کہ کسی بھی نبی کو اپنی نبوت میں شبہ لاحق نہیں ہوا۔ (شبلی نعمانیؒ، جلد اوّل :۱۴۴) یہ اطمینان اور تسکین خود خدیجہؓ کا تھا۔

قرار دے جیسا کہ ہمارے بعض علما ایسا جانتے ہیں تو اس میں کسی نزاع کی بات نہیں۔ ورقہؓ بن نوفل کو اللہ اپنے بہترین اکرام سے نوازے، وہ اُس وقت بھی اللہ وحدہ لا شریک کو پہچانتے اور مانتے تھے جب بعد میں ایمان لانے والے مہاجرین انصار، کبار صحابہ کرامؓ اُس نعمتِ فہم وادراک سے نہیں نوازے گئے تھے[۳۵]۔

نبی ﷺ کی دل جوئی اور آنے والی کام یابیوں کی بشارت

اس سے قبل کہ ہم یہ دیکھیں کہ آپؐ نے اپنے رفیقِ خاص اور دیگر اہلِ ایمان کے ساتھ مل کر انذار کے حکم یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ کی تعمیل کے لیے کیا عملی اقدامات کیے، یہ دیکھیں کہ خود آپؐ کی اپنی تربیت و تسکین کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا اقدامات اور اسباب مہیا کیے۔ فترۃ الوحی نے آپ کے اعصاب پر ایک بوجھ ڈالا تھا، اگرچہ اہلِ مکہ کے خصوصاً اور اہلِ حجاز کے عموماً بتوں کی پرستش میں مبتلا ہونے نے آپؐ کو بہت زیادہ پریشان کیا تھا اور یہ بوجھ نبوت کے ساتھ ہدایت کے ملنے نے کم کر دیا تھا مگر یہ نو(۹) دن ۲۲ رمضان تا یکم شوال جبریلِ امین کیوں نہیں آئے تھے؟ یہ ایک سوال آپ کے ذہن میں تھا، شاید کہ باری تعالیٰ اس ہجر کے ذریعے وصال کی قدر آپؐ کے ذہنِ پاک میں گہری کرنا چاہتے ہوں، خود اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی کوئی بات نہیں فرمائی مگر یکے بعد دیگرے دو مرتبہ جبریل امین آپ کے پاس سامانِ تسکین و تسلی لے کر آئے، یہ سامانِ تسلی سُوْرَۃُ الضُّحٰی اور سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاح پر مشتمل تھا۔

۳: سُوْرَۃُ الضُّحٰی [۹۳—۳۰:عَمَّ]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۪﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَھَدٰی ۪﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

۳۵ پروفیسر صلاح الدین کاشمیری نے اپنی کتاب "سیرت پیغمبرِ انقلاب جلد اوّل: ۱۲۸" میں مفتی رشید احمد صاحب کے ارشاد القاری اور دیگر حوالوں سے ورقہ بن نوفلؓ کے ایمان، نصرتِ دین کے وعدے اور اُن کے جنتی ہونے کی بشارتوں پر عمدہ بحث کی ہے۔

فترۃ الوحی سے جو آپ کو یہ اندیشہ لاحق ہو رہا تھا کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا جس کی وجہ سے میرا رب مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور اس نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ اُس پر سُوْرَۃُ الضُّحٰی میں آپؐ کو اطمینان دلایا گیا کہ وحی کے نزول کا سلسلہ کسی ناراضی کی بنا پر نہیں روکا گیا تھا، بلکہ اس میں وہی مصلحت کارفرما تھی جو روزِ روشن کے بعد رات کا سکون طاری کرنے میں کارفرما ہے۔ یعنی وحی کی تیز روشنی اگر آپ پر برابر پڑتی رہتی تو آپ کے اعصاب اُسے برداشت نہ کر سکتے۔ اس لیے بیچ میں وقفہ دیا گیا تاکہ آپ کو سکون مل جائے۔" (تفہیم القرآن)۔ سُوْرَۃُ الضُّحٰی کا مفہوم یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم گواہ ہے روشنی بھرا دن اور اس کے بعد پُرسکون رات

کبھی ہمارا فرستادہ وحی کی روشنی تم پر ڈالتا ہے اور کبھی تمھیں پرسکوں چھوڑے رکھتا ہے

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ بے زار ہے

تمھارے رب کے تم پر کیا کیا احسانات ہیں......... سوچو

کیا تم یتیم نہ تھے......... اور ہم نے تمھارے قدم جما دیے

تم دین سے واقف نہ تھے......... ہم نے ہدایت (بذریعہ نبوت) بخش دی

اور تم کو مالی طور پر کم زور پایا .... تو ہم نے مال دار کر دیا

ہم مزید احسان پر آمادہ ہیں......... سو جان لو اور یقین کر لو کہ

تمھاری دعوت دین کے لیے ہر آنے والا دور پہلے سے بہتر ہو گا

اور عن قریب اللہ اتنا دے گا .... دعوتِ دین کو اُس کام یابی وَ کام رانی سے نوازے گا

کہ تم خوش ہو جاؤ گے

پس اِن احسانات کا تقاضا یہ ہے

یتیم پر سختی نہ کرو

سائل کو نہ جھڑکو

اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو

اِن آیات میں بشارت کے الفاظ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ آپ نبی بنائے ہی اسی لیے گئے ہیں

کہ اللہ کا دین سارے ادیانِ باطلہ پر غالب آجائے۔ یہ کام یوں ہی نہیں شروع کیا گیا ہے لہٰذا آپؐ پورے اطمینان اور یقین کے ساتھ دعوتِ دین اور اقامتِ دین کے کام میں لگ جایئے۔

ابھی کوئی کش مکش شروع تک نہیں ہوئی ہے، گنتی کے چند دنوں میں گنتی کے جن چند افراد سے بات کی ہے سب نے اس دعوت کو قبول کر لیا ہے، تاہم عقل کہہ رہی تھی کہ جب بات باہر نکلے گی تو یقیناً مخالفت ہوگی بس اپنے رسول کا دل جمانے کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُسے بشارت دی کہ جو کام تمھیں سونپا ہے اس کا ہر آنے والا دور پہلے سے بہتر ہوگا وہ تمھیں اتنا نوازے گا کہ خوش ہو جاؤ گے، یہ نوازش ٹھیک بائیس سال اور دو ماہ بعد ۱۰ ذی الحجہ ۲۳ نبوی کو اسی شہر کے نواح میں واقع میدانِ عرفات میں پوری ہوگئی۔ یہاں ایک بات بہت توجہ کے قابل ہے کہ رسول اور اہلِ ایمان کو، دعوتِ دین، طہارت و پاکیزگی، نیکی اور احسان بلا کسی اجر کی تمنا اور کردار صبر و جماؤ کی جو تلقین سُوۡرَۃُ الۡمُدَّثِّر میں کی گئی تھی اب یہاں مزید تلقین یہ ہے کہ یتیم، سوال کرنے والے غریب نادار سائل کو نہ جھڑکا جائے اور تحدیثِ نعمت بھی ہو۔ کارِ نبوت کے بالکل ابتدائی دور میں جو احکامات دیے جا رہے ہیں وہ اُن لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں جو آج پھر دین کی غربت اور اجنبیت کے دور میں اُسے زندہ کرنے کے لیے اٹھنا چاہتے ہیں۔

۴: سُوۡرَۃُ الۡاِنۡشِرَاح [۹۴—۳۰:عمّ]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾ وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَہۡرَکَ ۙ﴿۳﴾ وَ رَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡرًا ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّکَ فَارۡغَبۡ ٪﴿۸﴾

میں بھی سُوۡرَۃُ الضُّحٰی کی مانند آپؐ پر احسانات اور پھر تسلی و تسکین کا موضوع جاری رہا اس سورۃ کا مفہوم ملاحظہ فرمایئے:

اے اللہ کے نبی ﷺ کیا ہم نے تمھارے سینے (دل و دماغ شعور و لاشعور) کو ہدایت کے لیے نہیں کھول دیا؟

اور نہ دَفع کر دی .... تمھارے دل و دماغ پر سے وہ بھاری اُلجھن
جو زمانے کا چلن اور بتوں کی پرستش دیکھ کر تمھاری کمر توڑے ڈال رہی تھی۔
اور رہتی دنیا تک کے لیے تمھارے ذِکر کا آوازہ بلند کر دیا۔
پس حقیقت یہ ہے کہ مشکلات کے ساتھ آسانی بھی آتی ہے۔
اس راہ میں یہ دونوں طرح کے دن آتے رہیں گے بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے
لٰہذا جب تم تبلیغِ دین کے اپنے فرضِ منصبی نبوت سے فارغ ہو جایا کرو
تو عبادت کی مشقت میں مصروف ہو جایا کرو اور اپنے رب کی طرف خوب راغب رہو

نبوت کے ان ابتدائی ۱۵ دنوں میں اب تک کی ہدایات برائے انذار و دعوتِ دین، طہارت و پاکیزگی، بلا کسی اجر کی تمنا کے نیکی اور احسان اور کردار میں صبر و جماؤ، یتیم، سائل اور نادار کو جھڑکنے پر پابندی اور تحدیثِ نعمت کے بعد اب محنت کے ساتھ عبادت میں مشغولیت کا حکم دیا جا رہا ہے۔امت محمدیہ ﷺ میں جب بھی لوگ احیائے دین اور دعوتِ دین کے لیے کھڑے ہوں گے یہی ہدایات مشعلِ راہ ہوں گی، جاننے والے جانتے ہیں کہ فی زمانہ تحریکات میں اِن سے اعراض یا اِن کو زیادہ اہم نہ جاننے اور اہلِ باطل کے ساتھ اُن ہی کے پسندیدہ میدانوں میں مقابلے سے راہ کھوٹی ہوتی ہے۔

سیّدنا ابو بکرؓ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دعوتِ دین میں لگ جانا

فترۃ الوحی کے بعد تیزی سے قرآن رسول اللہ پر ﷺ نازل ہوتا رہا اور آپ اپنے رفیق ابو بکرؓ کے ساتھ مل کر اللہ کے دین اور پیغام کو انسانوں تک پہنچانے میں اپنی جان کی قوت اور حکمت کے ساتھ مصروفِ عمل ہو گئے۔ سیّدنا ابو بکرؓ اپنی سرداری و وجاہت، علم و فضل، کریمانہ اخلاق و کردار، انکساری، خدمتِ خلق، تجارت اور مال داری کی بنا پر ایک بہت بڑا حلقہ تعارف رکھتے تھے۔اس کے علاوہ مردانہ حُسن و وجاہت کا ایسا دل کش حصہ آپؓ کو ملا تھا کہ آپؓ کو آپؓ کی خوب صورتی کی بنیاد پر عتیق کہا جاتا تھا۔ مجلسی آدمی تھے لوگ آپ کی محفل میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو معزز خیال کرتے تھے۔ مکہ میں یہ بات بہت مشہور تھی کہ دو آدمی جو بے شمار اعتبارات سے بہت ملتے جلتے ہیں اور

دوست بھی ہیں وہ بس محمد ﷺ اور ابو بکرؓ ہی ہیں۔ کون جانتا تھا کہ ایک دن ایک کو 'خاتم النبیین' اور دوسرے کو 'افضل البشر بعد از انبیا' بننا مقدّر ہے۔

سیّدنا ابو بکرؓ نے تیزی کے ساتھ اپنے حلقہ تعارف میں شامل مکہ کی نوجوان اہم شخصیات (VIPs) کو حکمت کے ساتھ اسلام کی دعوت دینا شروع کردی۔ آپؓ کی کوششوں سے مکّہ کے مشہور اور بڑے خاندانوں میں سے جو لوگ اسلام کے ابتدائی دنوں (غیر اعلانیہ دعوت کے دور میں) میں سیّدنا ابو بکرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے ان میں سے کچھ عظیم ہستیوں کے نام یہ ہیں، یہ وہ ہستیاں ہیں کہ جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اسلام کی داغ بیل رکھی۔

(۱) سیّدنا عثمانؓ بن عفان [جو رسول اللہ ﷺ کے دو مرتبہ داماد بنے اور شیخین رضی اللہ عنہما کے بعد جانشینِ مسندِ خلافت ہوئے]، (۲) سیّدنا زبیرؓ بن العوام، (۳) سیّدنا طلحہؓ بن عبید اللہ، (۴) سیّدنا عبدالرحمنؓ بن عوف، (۵) سیّدنا سعدؓ بن ابی وقاص، (۶) سیّدنا عثمانؓ بن مظعون، (۷) سیّدنا ابو عبیدہؓ بن الجراح، (۸) سیّدنا ابو سلمہ عبداللہؓ اور (۹) سیّدنا ارقم بن ابی الارقمؓ۔

زندگی میں جنت کی خوش خبری پانے والے انسان:

یہ نوٹ کرنے کی بات ہے کہ زندگی میں جن دس مبارک ہستیوں کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کی بشارت دی اُن میں سے چھ افراد وہ ہیں جو سیّدنا ابو بکر صدیقؓ کی تبلیغی کوششوں سے اسلام میں داخل ہوئے۔ اِن چھ کے علاوہ اسلام میں داخل ہونے والے اوّلین اصحاب میں چوتھے اہم شخص سیّدنا خالدؓ بن سعید ہیں۔

سیّدنا خالدؓ بن سعید: خالدؓ بن سعید کو بھی سیّدنا ابو بکرؓ نے اسلام کے لیے بارگاہِ نبوت میں پیش کیا۔ یہ ایک عجیب قصہ ہے، سیّدنا خالدؓ بن سعید نے خواب میں محمد ﷺ کو دیکھا کہ وہ اُنھیں آگ کے گڑھے میں گرنے سے بچا رہے ہیں، یہ خواب خالدؓ بن سعید نے جناب صدیقِ اکبر کو سنایا تو آپؓ نے اُنھیں یہ بات بتائی کہ جنابِ محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نُمایندہ (رسول) مقرر کردیا ہے اور خالدؓ اپنی خواہش پر ایمان قبول کرنے کی سعادت سے بہرہ افروز ہونے کے لیے اُن کے ساتھ دربارِ رسالت میں آئے۔ اللہ تعالیٰ نے براہِ راست خود خواب کے ذریعے خالدؓ بن سعید کو ہدایت عطا فرمائی مگر دربارِ نبوت میں پیشی کے لیے ذریعہ سیّدنا ابو بکر کو بنایا، کتنی بڑی سعادت ہے!

خود صدیقِ اکبر کو ملا کر اِن دس میں سے سات سابقون الاوّلون افراد کی یہ ٹیم ہے جن کے سر خیل سیّدنا ابو بکرؓ صدیق ہیں! اسلام کی اشاعت و اقامت میں یہ ہے اُس یارِ غار کا حصہ (contribution) جسے زبانِ باری تعالیٰ نے ثانی اثنین کہا! جو دس ہستیاں عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اُن کے نام یہ ہیں:

(۱) سیّدنا ابو بکرؓ صدیق (۲) سیّدنا عمرؓ فاروق (۳) سیّدنا عثمانؓ بن عفّان (۴) سیّدنا علیؓ بن ابی طالب (۵) سیّدنا طلحہؓ الخیر بن عبید اللہ (۶) سیّدنا زبیرؓ بن العوام (۷) سیّدنا عبدالرحمنؓ بن عوفؓ (۸) سیّدنا سعدؓ بن ابی وقاص (۹) سیّدنا سعیدؓ بن زید (۱۰) سیّدنا ابو عبیدہؓ بن الجراح

(خط کشیدہ نام اُن برگزیدہ ہستیوں کے ہیں جو سیّدنا ابو بکرؓ کی مساعی جمیلہ سے ایمان لائیں)

چوں کہ سنن ترمذی کی ایک ہی حدیث (۳۶۸۲) میں یہ دس اسمائے گرامی ایک ساتھ بیان ہوئے ہیں اس لیے اِن اصحاب کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے۔ وگرنہ ان صحابہ اکرامؓ کے علاوہ اور اصحابؓ کو بھی جنت کی خوش خبری دی گئی ہے جیسے خدیجہؓ بنت خویلد، عبداللہؓ بن سلام اور عکاشہؓ وغیرہ۔

۵: سُوۡرَةُ الۡفَاتِحَة [۱–۳۰:عمّ]

میرا غالب گمان یہ ہے کہ سُوۡرَةُ الۡفَاتِحَة رسول اللہ ﷺ کو اولین نماز میں سکھادی گئی ہوگی کہ سُوۡرَةُ الۡفَاتِحَة کے بغیر صلوٰۃ کامل نہیں ہوتی۔ بحیثیت قرآن کی ایک سورۃ کے، وہ بھی جلد ہی جبریل امین علیہ السلام آپ کے پاس لے کر آ گئے، حتمی طور پر نزولی ترتیب میں اس کا متعین مقام معلوم نہیں ہے تاہم یہ علما کا ظنِ غالب ہے کہ یہ ابتدائی پانچ نازل ہونے والی تنزیلات میں سے ایک ہے۔ سُوۡرَةُ الۡعَلَق کی ابتدائی پانچ اور سُوۡرَةُ الۡمُدَّثِّر کی ابتدائی سات آیات یقیناً پہلی اور دوسری تنزیلات ہیں چناں چہ بعض اہلِ علم اس کو تیسری کے طور پر اپنی ترتیب میں رکھتے ہیں، تاہم اس پر اصرار کا کوئی جواز نہیں ہے، اِس کا قرآن میں مقام اور نماز میں اس کی فرضیت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ یہ جلد ترین نازل ہوئی ہوگی تاہم صحیح ترین روایات کی موجودگی میں اس کو العلق اور المدثر پر سبقت نہیں دی جاسکتی اور چوں کہ العلق اور المدثر کے درمیان فترۃ الوحی حائل ہے اِس لیے سامانِ تسکین و تسلی سُوۡرَةُ الضُّحٰی اور سُوۡرَةُ الۡاِنۡشِرَاح میں نازل ہوا، لہٰذا اِن دونوں کا مقام فترۃ الوحی کے فوراً بعد بنتا ہے اور اِن دونوں کے بعد ہی سُوۡرَةُ الۡفَاتِحَة کا نازل ہوئی ہوگی [واللہ اعلم]۔

سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ ایک انداز سے قرآن مجید کا پیش لفظ یا مقدمہ ہے، رب العالمین اپنے بندوں کو دُعائے حقیقی اور دُعا مانگنے کا طریقہ سکھاتے ہیں کہ اُس کی تعریف و توصیف کے بعد راہِ ہدایت طلب کی جائے اور ہدایت وہی معتبر ہے کہ جس پہ چلنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمایا اور پناہ چاہی ہے، اغوائے شیطانی کا شکار ہو کر اُس کے غضب کا نشانہ بننے والوں میں شمار کیے جانے پر.. .... اور سیدھی راہ (سواءالسبیل) گم کر کے بھول بھلیوں میں کھو جانے پر! اس دُعا کے جواب میں خود دُعا سکھانے والا یہ پوری کتاب سامنے رکھ دیتا ہے۔ یہ قرآن کا سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ سے تعلق ہے اور یہ قرآن میں سورہ کا مقام ہے۔

لکھنے والوں نے اس کی تفسیر پر صفحات پہ صفحات اور ضخیم کتابیں لکھ دی ہیں مگر پھر بھی آج امت اس کے ادراک سے قاصر، ضلالت کے اندھیاروں میں ٹھوکریں کھا رہی ہے، اللہ کی ناراضگی کا شکار اور اُس کے انعاماتِ عالیہ سے جو دین کے قیام کے بعد اُس کی برکتوں کی شکل میں امامتِ اقوام کی شکل میں حاصل ہوتے ہیں بہت دور کھڑی ہے، بس خالی اور معانی سے عاری اِس کی تلاوت باقی ہے جو بے روح نمازوں میں اور کبھی وہ مُردوں پر اور قبروں پر پڑھ لی جاتی ہے اور اس جرم میں اللہ کا غضب ہے جو اس امت مرحوم کا آج مقدّر بنا ہے اغیار کی غلامی میں مسلم قوم شرق تا غرب مست ہے، وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ نمازوں میں اور تلاوتوں میں اس کا مفہوم حلق سے نیچے نہیں اترتا کہ ایمانِ خالص سے امتِ مرحوم محروم ہے، نہ جانے یہ محرومی کب تک ہمارا مقدر رہے گی!

جب یہ نازل ہوئی اُس وقت رسول اللہ ﷺ جیسے مربّی کی موجودگی میں عرب کے اس سیدھے سادے معاشرے میں اور قریب کی سرزمین میں قوموں کے عروج و زوال کی داستانوں کے عام طور پر متعارف ہونے نے اِس کے مخاطبین کو ایک ایک لفظ کا ادراک بہم پہنچا دیا، اُن کی نمازوں میں اور تلاوت میں اس کی حقیقی روح جاری و ساری رہی اور نتیجتاً اُس کے نزول کے ساڑھے بائیس سال کے اندر چشمِ حقیقت سے اس کے پڑھنے والوں نے اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ میں اپنا شمار ہوتے دیکھ لیا ۔ذیل میں اس سورۃ کا تفہیم القرآن سے ترجمہ درج ہے۔اس کو سمجھنے کے لیے تفاسیر سے زیادہ اللہ پر ہر شائبہ شرک سے پاک وہ ایمانِ خالص درکار ہے جو نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا ایمان تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۳ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝۷

اللہ کے نام سے جو رحمان ور حیم ہے۔

تمام تعریف اور شکر اللہ ہی کے لیے ہے

جو تمام کائنات کا رب ہے، رحمان اور رحیم ہے

روزِ جزا کا مالک ہے۔

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں

اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں

ہمیں سیدھا راستہ دکھا

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا

جو معتوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں................................ آمین

غالب گمان یہ ہے کہ سُوْرَۃُ الضُّحٰی اور سُوْرَۃُ الِانْشِرَاح کے بعد شوال ہی کے مہینے میں کسی وقت، ایک آدھ دن بعد جلد ہی آپ کے سینہ مبارک پر سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ جبریل امین نے القا کی ہو گی۔

تین اوّلین اسلامی گھرانے: [نبی کریم ﷺ اور رفیق خاص ابو بکرؓ کے گھرانوں کے بعد]

سیّدنا خالد بن سعیدؓ: جن کا تذکرہ سیّدنا ابو بکرؓ کی مساعی جمیلہ کے ذیل میں بر سبیل تذکرہ آچکا ہے اوّلین اسلام سے سرفراز ہونے والے اصحاب میں سے تھے، ایمان لانے والے مردوں میں آپ کا نمبر چوتھا ہے، آپ کی بیوی امینہ یا امیمہؓ بھی آپ کے ساتھ ایمان لے آئیں اور یوں یہ دو بزرگوں کے خاندانوں کے بعد تیسرا دعوتی اور مشنری گھرانہ بن گیا۔

زید بن نفیل اور اُن کے بیٹے سعید بن زیدؓ : زید بن نفیل اور خطاب بن نفیل (سیّدنا عمر فاروقؓ کے والد) آپس میں بھائی تھے، زید اُن چند لوگوں میں سے تھے جنھوں نے نبی ﷺ کی بعثت سے قبل بت پرستی سے انکار کر دیا تھا اور اس بنا پر مظالم کا شکار ہوئے اور مکہ سے نکالے گئے تھے اور آپؐ کے

ظہور سے قبل انتقال کر گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زید ایک فردِ واحد کی امت بنا کر قیامت کے روز کھڑے کیے جائیں گے۔ آپ کے بیٹے سعید بن زیدؓ نے جونہی نبی ﷺ کی دعوت سنی تو ایمان لے آئے، آپ کی شان اور بلند مرتبہ یہ ہے کہ آپؓ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ آپ کی بیوی فاطمہؓ بنت خطاب جو عمر فاروقؓ کی سگی بہن تھیں وہ بھی ایمان میں سبقت لے گئیں، ایمان لانے والی خواتین میں وہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی اور بیٹیوں کے بعد نمبر رکھتی ہیں، یہ وہ ہیں جو خباب بن ارتؓ سے قرآن سیکھ رہی تھیں اور پھر جنھوں نے اپنے شوہر کے ساتھ اپنے بھائی (عمرؓ) کے ہاتھوں ایمان لانے کے جرم میں مار کھائی تھی، یہ تھا چوتھا دعوتی اور مشنری گھرانہ۔ سعید بن زیدؓ کی بہن عاتکہ بنت زیدؓ بھی بڑے زیرک باپ کی زیرک بیٹی اور عبداللہؓ بن ابو بکرؓ کی بیوی تھیں، وہ بھی ایمان لا چکی تھیں۔

سیّدنا یاسرؓ: کا تذکرہ ہم نبی ﷺ کے دوستوں کے ضمن میں کر چکے ہیں، اِن کی بیوی سمیہؓ اور دونوں بیٹوں سیّدنا عمارؓ اور عبداللہؓ پر مشتمل یہ 'آلِ یاسرؓ' اسلام قبول کرنے والا ابتدائی پانچواں مسلم گھرانہ تھا۔ فردِ واحد کے مقابلے میں خاندانوں کے اِن یونٹوں نے اسلام کو بہت تقویت پہنچائی، آج بھی دعوتِ دین کے لیے مسلم انقلابی خاندانی یونٹ زیادہ موثر ہیں۔ دورِ حاضر میں جن احیائی اسلامی تحریکات کے قائدین کے گھرانے اس طرح کے انقلابی یونٹ بنے وہاں دعوت میں برکت کا عالم دیگر کے مقابلے میں بہت بہتر رہا۔

آنے والے ڈھائی برسوں میں دعوتی اور تربیتی کام

اِس سال ۹ ربیع الاول کو آپؐ کے نبی مبعوث ہونے کے بعد ۲۱ رمضان المبارک تک جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی آپؐ کا زیادہ وقت تعبد و تحنث میں گزرا، اعتکاف سے واپسی پر آپؐ کو اُٹھنے اور کبریائی رب بیان کرنے کا حکم ملا اور اسی دوران آپ کو سُوۡرَةُ الضُّحٰی، سُوۡرَةُ الۡاِنۡشِرَاح اور سُوۡرَةُ الۡفَاتِحہ سے نوازا گیا جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں۔ اِن چھ ماہ کے بعد آنے والے ڈھائی برسوں میں دعوت و تبلیغ بڑی حکمت کے ساتھ اپنے قریبی حلقوں میں دھیمے انداز میں اس طرح دی گئی کہ رائج الوقت سسٹم (نظامِ باطل) سے کوئی ٹکراو مول نہیں لیا گیا۔

یہ کوئی خفیہ تحریک نہیں تھی بلکہ اُس وقت حکمت کا تقاضہ یہ تھا کہ ٹکراؤ نہ ہو اور سابقون الاوّلون

جاں نثاروں کا ایک ایسا تربیت یافتہ گروہ تیار ہو جائے جو ٹکراو کے موقع پر ثبات دکھا سکے۔اس دوران کوئی اہم واقعہ رونما نہیں ہوا کہ اہم واقعات تو کش مکش اور ٹکراؤ میں جنم لیتے ہیں جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ اِن تین برسوں (چھ ماہ+ڈھائی سال) کے بعد ایک دم مہماتی انداز میں پہاڑی کے وعظ سے دعوتِ عام اور باطل سے ٹکراو کے ایک صبر آزما مرحلہ کا آغاز ہوا۔اِس دھیمے انداز کے ڈھائی سالہ مرحلے کے پہلے چھ ماہ میں نازل ہونے والا قرآن سُوْرَۃُ الْأَعْلٰى، سُوْرَۃُ الْعَصْر، سُوْرَۃُ الْعَادِيَات، سُوْرَۃُ التَّكَاثُر، سُوْرَۃُ الْفِيل، سُوْرَۃُ الْقُرَيْش، اور سُوْرَۃُ الْقَدْر نامی سورتوں پر مشتمل رہا، جس کے ذریعے دعوتی کام کے ساتھ خاموشی سے نفوس کا تزکیہ بھی ہوتا رہا۔

آنے والی گفتگو میں ہم قرآن کی تعلیمات اور اس دور میں ایمان لانے والوں کا مبارک تذکرہ جاری رکھیں گے۔اِن شاء اللہ۔

☆☆☆☆☆